

نبوت، امامت کی زبان سے

مؤلف: رضا حق پناہ

مترجم: شبیہ عباس خان

بلاشبہ تاریخ کی بزرگ اور موثر شخصیات کے بارے میں شناخت حاصل کرنا بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ اسی طرح اس میں بھی کوئی تردید نہیں ہے کہ تاریخ بشریت کی موثر ترین شخصیت خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ کی ذات اقدس ہے، لیکن یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کون ہے جس کو اس مقدس وجود کی مکمل معرفت حاصل ہے؟ ہم کو اس بات کا اقرار کرنا ہوگا کہ ہر زاویہ اور پہلو سے پیغمبر اکرمؐ کی شناخت حاصل کر پانا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے، کیونکہ پیغمبر اکرمؐ کا وجود قرآن کے مانند ہے اور آپ کی شناخت قرآن کی شناخت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

قرآن وحی مکتوب ہے اور پیغمبر اکرمؐ وحی مجسم۔ جس طرح بہت سے لوگ قرآن کی معرفت حاصل کرنے سے معذور ہوتے ہیں اسی طرح ان کو پیغمبر اکرمؐ کی صحیح معرفت بھی حاصل نہیں ہو پاتی، نیز جس طرح قرآن کریم کے اپنے درجات ہیں اور ہر شخص اپنی ہمت اور وسعت کے حساب سے اس سے فیض یاب ہو پاتا ہے، اسی طرح پیغمبر اکرمؐ کی شخصیت کی معرفت حاصل کرنے کے بھی درجات ہیں اور ہر انسان اپنے قرب اور معرفت کی بنیاد پر آپ کی جامع الاطراف شخصیت کے ایک یا چند پہلوؤں کی شناخت حاصل کر سکتا ہے۔ رہبر معظم انقلاب اسلامی (حفظہ اللہ تعالیٰ) پیغمبر اکرمؐ کی شناخت حاصل کرنے اور اپنے لئے نمونہ بنانے کی ضرورت کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

”آج امت مسلمہ اور ہماری قوم کو ہمیشہ سے زیادہ اپنے پیغمبر اعظمؐ کی ضرورت ہے، آپ کی ہدایت کی، آپ کی بشارت اور انداز کی، آپ کے معنوی پیغامات کی وغیرہ۔ آج پیغمبر اسلامؐ کا اپنی امت اور عالم بشریت کے لئے جو درس ہے وہ عالم بننے کا ہے، وہ قوی ہونے کا

ہے، بااخلاق اور باکرامت بننے کا ہے، جہاد، عزت اور پائیداری کا ہے^۱۔

ایسے میں وہ شخص جس کو پیغمبر اکرمؐ کے چہرہ انور کی بہترین شناخت اور معرفت حاصل ہے، وہ آپ کے شاگرد مولا علیؑ ہیں جن کو ہر زاویہ سے آپ کی عمیق معرفت حاصل ہے، کیونکہ مولا علیؑ کو پوری طرح سے قرآن کی بھی معرفت حاصل ہے اور پیغمبر اکرمؐ کی ذات کو بھی بخوبی درک کیا ہے۔ روایت میں ہے کہ خدا اور علیؑ کے سوا پیغمبر کو کسی نے نہیں پہچانا ہے، لہذا اب ہم کو مولائے کائنات کے کلمات کی طرف رجوع کرنا ہوگا تاکہ ہم کو مختلف زاویوں سے پیغمبر اسلامؐ کی معرفت و شناخت حاصل ہو سکے، کیونکہ اہل بیت اور بیانی البیت۔

پیغمبر اکرمؐ تمام مخلوقات کے سردار:

امام علیؑ اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

وَأَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَسَيِّدُ عِبَادِهِ، كَلَّمَا نَسَخَ اللَّهُ الْخَلْقَ، فِرْقَتَيْنِ

حَقَلَهُ فِي خَيْرِهِمَا - لَمْ يُسْهِمِ فِيهِ عَاهِرٌ وَلَا ضَرَبَ فِيهِ فَاجِرٌ - ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں

کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول اور بندوں کے سید و سردار ہیں۔ شروع سے انسانی نسل میں

جہاں جہاں سے شاخیں الگ ہوئیں ہر منزل میں وہ شاخ جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرار

دیا تھا وہ دوسری شاخوں سے بہتر تھی، آپ کے نسب میں کسی بدکار کا سا جھا اور کسی فاسق

کی شرکت نہیں ہے^۲۔

پیغمبر اکرمؐ مطہر نسل سے:

رسول اکرمؐ خود انبیاء کے سردار ہیں اور تاریخ و روایات کے مطابق آپ کے آبا و اجداد ہمیشہ سے موحّد و یکتا پرست تھے اور کبھی بھی اپنے افکار کو شرک میں مبتلا نہیں کیا^۳۔ بحث سے قبل آپ کے اجداد شرک آلود ماحول میں بھی دین حنیف کے پیرو اور حضرت ابراہیم کے تابع تھے^۴۔ امام علیؑ اس بارے میں فرماتے ہیں:

۱۔ پیام نوروزی، ۱۳۸۵

۲۔ بیج البلاغہ، خطبہ ۲۱۲

۳۔ شیخ مفید، محمد بن محمد بن نعمان، تصحیح اعتقادات الامامیہ، ص ۱۱۷؛ حوزی، عبد علی بن محمد، تفسیر نور العظیمین (ج ۱)، ص ۷۲۹

۴۔ شہرستانی، محمد بن عبد اکرم، الملل والنحل (ج ۲)، ص ۲۵۰

اخْتَارَهُ مِنْ شَجَرَةِ الْأَنْبِيَاءِ وَمَشَكَاتِ الصِّبْيَاءِ وَذُؤَابَةِ الْعُلَيَّاءِ وَسُرَّةِ الْبَطْحَاءِ
وَمَصَابِيحِ الظُّلَمَةِ وَيَنَابِيعِ الْحِكْمَةِ۔ ترجمہ: خدا نے پیغمبر کا انتخاب انبیائے کرام کے شجرہ،
روشنیوں کے فانوس، بلندی کی پیشانی، ارض بطحا کی ناف زمین، خلعت کے چراغوں اور
حکمت کے سرچشموں کے درمیان سے کیا ہے۔^۱
اسی طرح آپ فرماتے ہیں:

حَتَّى بَعَثَ اللَّهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، شَهِيدًا وَبَشِيرًا وَنَذِيرًا، خَيْرَ
الْبَرِيَّةِ طِفْلًا، وَأَنْجَبَهَا كَهْلًا، وَأَطَهَرَ الْمُطَهَّرِينَ شَيْمَةً، وَأَجْوَدَ الْمُسْتَمَطَّرِينَ دِيمَةً۔
ترجمہ: آخر اللہ نے محمد کو بھیجا در آن حالی کہ وہ گواہی دینے والے، خوشخبری سنانے والے
اور ڈرانے والے تھے۔ جو بچپن میں بھی بہترین خلاق اور سن رسیدہ ہونے پر بھی اشرف
کائنات تھے اور پاک لوگوں میں خلعت کے اعتبار سے پاکیزہ تر اور جود و سخا میں ابر صفت
برسنے والوں میں سب سے زیادہ لگاتار برسنے والے تھے۔^۲

پیغمبر اکرمؐ بعثت سے قبل

بعثت سے قبل کے عرب معاشرہ کے بارے میں تحقیق بہت اہم ہے جس سے ہم کو یہ پتہ چلتا ہے کہ
پیغمبر اکرمؐ نے کن مشکلات کا سامنا کر کے لوگوں کی زندگی میں تبدیلی پیدا کی۔ یہ طریقہ پیغمبرؐ کے اہداف کو
درک کرنے میں معاون ہو گا اور حقیقت کے متلاشی کے لئے دین اور دیگر مسائل جیسے ترقی، آزادی، سکون،
تحفظ اور علم کے درمیان رابطے کو واضح کرے گا۔ بنیادی طور پر کسی بھی تحریک اور اس کے اہداف کی شناخت،
اس تحریک کے اسباب و وجوہات کو پہچانے بغیر اگر نا ممکن نہ بھی ہو تو بہت مشکل ہے۔ دین اسلام کی
خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے تمام تاریخی پس منظر بہت اچھی طرح سے اور پوری
دقت نظر کے ساتھ تاریخ میں ثبت ہیں۔^۳ بعثت سے قبل کے معاشرے کو پہچاننے کے لئے قرآن کریم کے بعد

۱۔ نوح البلاغہ، خطبہ ۱۰۶

۲۔ ایضاً، خطبہ ۱۰۳

۳۔ دانشنامہ امام علی (جلد ۳)، ص ۵۱

دوسرا سب سے معتبر ذریعہ حضرت علیؑ کے اقوال ہیں جو نہ صرف دینی اعتبار سے بلکہ تاریخی رو سے بھی بہت قیمتی ہیں۔ حضرت علیؑ نے بہت خوبصورتی کے ساتھ بعثت کے وقت کے سماجی اور تہذیبی ماحول کو نوح البلاغہ میں بیان کیا ہے۔ آپ دور جاہلیت کی مصیبت بھری مادی اور معنوی زندگی کے بارے میں اس طرح فرماتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْعَرَبِ يَفْرَأُ كِتَابًا وَلَا يَدْعِي بُبُوَّةَ فَسَاقِ النَّاسِ حَتَّى يَوَّاهُمْ مَحَلَّتْهُمْ وَبَلَّغَهُمْ مِنْحَاتِهِمْ فَاسْتَقَامَتْ قَنَاتُهُمْ وَأَطْمَأْنَنْتْ صَفَاتُهُمْ۔ ترجمہ:

اللہ نے حضرت محمدؐ کو اس وقت مبعوث کیا جب عربوں میں نہ کوئی آسانی کتاب پڑھتا جانتا تھا اور نہ کوئی نبوت کا دعویدار تھا۔ آپ نے لوگوں کو کرامت انسانی کے مقام تک پہنچایا اور انہیں منزل نجات سے آشنا کیا۔ یہاں تک کہ ان کی کجی درست ہو گئی اور ان کے حالات استوار ہو گئے۔^۱

حضرت علیؑ کے مطابق خدا نے پیغمبر اکرمؐ کو اس دور میں مبعوث کیا جب رسولوں کا سلسلہ موقوف تھا اور امتیں خواب غفلت میں تھیں:^۲

أَرْسَلَهُ وَأَعْلَامُ الْهُدَى دَارِسَةٌ وَمَنَاهَجُ الدِّينِ طَامِسَةٌ، فَصَدَعَ بِالْحَقِّ وَنَصَحَ لِلْخَلْقِ، وَهَدَى إِلَى الرُّشْدِ وَأَمَرَ بِالْقَصْدِ۔ ترجمہ: خدا نے انہیں اس وقت بھیجا جب ہدایت کے نشانات مٹ چکے تھے اور دین کے راستے بے نشان ہو چکے تھے۔ انہوں نے حق کو آشکار کیا اور لوگوں کو نصیحت کی، ہدایت کی جانب رہنمائی فرمائی اور درمیانی راستہ پر چلنے کا حکم دیا۔^۳

حضرت علیؑ دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

بَعَثَهُ جَبِينَ لَا عِلْمَ قَائِمٍ وَلَا مَنَازِلَ سَاطِعٍ وَلَا مَنَهَجَ وَاضِحٍ۔ ترجمہ: پروردگار نے اپنے رسول کو اس وقت مبعوث کیا جب نہ کوئی نشان ہدایت قائم رہ گیا تھا، نہ کوئی منارہ دین

۱۔ نوح البلاغہ، خطبہ ۳۳

۲۔ ایضاً، خطبہ ۸۹، ۹۳، ۱۳۳، ۱۵۱، ۱۵۸، ۱۹۶

۳۔ ایضاً، خطبہ ۱۹۳

روشن تھا اور نہ کوئی راستہ واضح تھا۔^۱

اسی طرح ارشاد ہوتا ہے: خدا نے آپ کو اس وقت بھیجا جب دین کی مستحکم رسی کے بل کھل چکے تھے۔^۲ حضرت علیؑ بعثت کے حالات اس طرح بیان فرماتے ہیں:

أَهْلُ الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ مَلَلٌ مُتَفَرِّقَةٌ، وَأَهْوَاءٌ مُنْتَشِرَةٌ وَطَرَائِقُ مُتَشَتَّةٌ، بَيْنَ مُشَبِّهٍ لِلَّهِ بِخَلْقِهِ أَوْ مُلْجِدٍ فِي اسْمِهِ، أَوْ مُشِيرٍ إِلَى غَيْرِهِ، فَهَدَاهُمْ بِهِ مِنَ الضَّلَالَةِ وَأَنْقَذَهُمْ بِمَكَانِهِ مِنَ الْجَهَالَةِ۔ ترجمہ: اس وقت زمین پر بسنے والوں کے مسلک جدا جدا، خواہشیں متفرق و پراگندہ اور راہیں الگ الگ تھیں۔ یوں کہ کچھ اللہ کو مخلوق سے تشبیہ دیتے، کچھ اس کے ناموں کو بگاڑ دیتے۔ کچھ اسے چھوڑ کر اوروں کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ خداوند عالم نے آپ کی وجہ سے انہیں گمراہی سے ہدایت کی راہ پر لگایا اور آپ کے وجود سے انہیں جہالت سے چھڑایا۔^۳

دوسرے مقام پر حضرت علیؑ نے بعثت کے وقت کے معاشرے کی اعتقادی اور سماجی آشفنگی کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَالنَّاسُ فِي فِتْنٍ أَنْجَدَمَ فِيهَا حَبْلُ الدِّينِ وَتَزَعَزَعَتْ سَوَارِي الْبَقِيَّةِ وَاخْتَلَفَتِ التَّحَرُّرُ وَتَشَتَّتِ الْأُمُورُ، وَضَاقَ الْمَخْرُجُ وَعَمِيَ الْمَضْدَرُ، فَالْهُدَى حَامِلٌ وَالْعَمَى شَامِلٌ، عُصْبِي الرَّحْمَنُ وَنُصَيْرَ الشَّيْطَانُ وَخُذِلَ الْإِيمَانُ، فَأَنْهَارَتْ دَعَائِمُهُ وَتَنَكَّرَتْ مَعَالِمُهُ، وَدَرَسَتْ سُبُلُهُ وَعَفَّتْ شُرُكُهُ، أَطَاعُوا الشَّيْطَانَ فَسَلَكُوا مَسَالِكَهُ وَوَرَدُوا مَنَاهِلَهُ بِهِمْ سَارَتْ أَعْلَامُهُ وَقَامَ لَوَاؤُهُ فِي فِتْنٍ دَاسَتْهُمْ بِأَخْفَافِهَا وَوَطَّئَتْهُمْ بِأَطْلَافِهَا وَقَامَتْ عَلَى سَنَابِكِهَا فَهُمْ فِيهَا تَائِهُونَ حَائِثُونَ جَاهِلُونَ مَفْثُونَ، فِي خَيْرِ دَارٍ وَشَرِّ جِيرَانٍ، نَوْمُهُمْ سُهْوٌ وَكُحْلُهُمْ دُمُوعٌ، بِأَرْضٍ عَالِمُهَا مُلْحَمٌ وَجَاهِلُهَا مُكْرَمٌ۔ ترجمہ: خدا نے

۱۔ نوح البلاغ، خطبہ ۱۹۳

۲۔ ایضاً، خطبہ ۱۵۸

۳۔ ایضاً، خطبہ ۱

پیغمبر اسلام کو اس وقت مبعوث کیا جب لوگ ایسے فتنوں میں مبتلا تھے جہاں دین کے بندھن
شکست، یقین کے ستون متزلزل، اصول مختلف اور حالات پر آگندہ تھے۔ نکلنے کی راہیں تنگ و
تاریک تھیں۔ ہدایت گننام اور ضلالت ہمہ گیر تھی۔ (کھلے خزانوں) اللہ کی مخالفت ہو رہی
تھی اور شیطان کی مدد کی جا رہی تھی۔ ایمان بے سہارا تھا۔ چنانچہ اس کے ستون گر گئے۔ اس
کے نشان تک پہنچانے میں نہ آتے تھے۔ اس کے راستہ مٹ گئے تھے اور شاہراہیں اجڑ گئیں۔
وہ شیطان کے پیچھے لگ کر اس کی راہوں پر چلنے لگے اور اس کے گھاٹ پر اتر پڑے۔ انہی کی
وجہ سے اس کے پھرے ہر طرف لہرانے لگے تھے۔ ایسے فتنے جو انہیں اپنے سموں سے
روندتے اور اپنے کھروں سے کچلتے تھے اور اپنے پنجوں کے بل مضبوطی سے کھڑے ہوئے
تھے۔ تو وہ لوگ ان میں حیران و سرگرداں، جاہل و فریب خوردہ تھے۔ ایک ایسے گھر میں
جو خود اچھا مگر اس کے بسنے والے برے تھے۔ جہاں نیند کے بجائے بیداری اور سرمہ کی جگہ
آنسو تھے۔ اس سرزمین پر عالم کے منہ پر لگام تھی اور جاہل معزز و سرفراز تھا۔^۱

یہ معاشرہ اعتقادی اعتبار سے شرک و بت پرستی، خرافات اور تحریفات سے بھرا ہوا تھا، یہودیت اور
مسیحیت رائج تھی اور بہت ہی کم افراد آئین حنیف (ابراہیمی) پر باقی تھے^۲۔ سماجی اعتبار سے ہر طرف پستی اور
غلاظت چھلک رہی تھی۔ وہ لوگ ایک دوسرے کا خون بہا دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے^۳۔ لوگوں کو
نہ مالی اعتبار سے نہ ہی فکری اعتبار سے سکون میسر تھا^۴، اور مسلسل جنگ کی آگ ان کے درمیان شعلہ ور رہتی
تھی^۵۔ تہذیبی اعتبار سے وہ پوری طرح سے ظلمت میں ڈوبے ہوئے تھے اور حال یہ تھا کہ لوگوں کے سوا
کسی کو پڑھنا اور لکھنا نہیں آتا تھا^۶، یہاں تک کہ عالموں کو بھی ذلیل اور خوار تصور کرتے تھے^۷، اور لڑکیوں

۱۔ نوح البلاغہ، خطبہ ۲

۲۔ دانشنامہ امام علی (جلد ۲)، ص ۵۵ و ۵۴

۳۔ نوح البلاغہ، خطبہ ۲۶

۴۔ ایضاً، خطبہ ۱۹۲ و ۲

۵۔ ایضاً، خطبہ ۸۹

۶۔ ابن خلدون، عبدالرحمن بن محمد، مقدمہ، ص ۳۱۷

۷۔ نوح البلاغہ، خطبہ ۱۵۱

کو زندہ درگور کرنے کو فخر سمجھتے تھے لیکن بعثت کے بعد اسی معاشرے میں تبدیلی پیدا ہوئی جس کے سلسلے میں گفتگو ہوگی۔

پیغمبر اکرمؐ کی خصوصیات

بہت سے لوگوں نے انبیاء اور دیگر افراد کے مابین پائی جانے والی ظاہری شبہات کو معنوی شبہات کا ہم معنی سمجھا اور اس کو دلیل بناتے ہوئے دوسری دنیا کے ساتھ انبیاء کے ارتباط کو ناممکن قرار دیا لیکن انبیاء نے اپنے بشر ہونے پر تائید کرنے کے ساتھ ساتھ مقام نبوت کو خدا کا فضل اور اس کی نظر عنایت بتایا ہے:

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنَّمَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ
مِن عِبَادِهِ وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَأْتِيَكُمْ بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَعَلَى اللَّهِ
فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ۔ ترجمہ: ان سے رسولوں نے کہا کہ یقیناً ہم تمہارے ہی جیسے بشر
ہیں لیکن خدا جس بندے پر چاہتا ہے مخصوص احسان بھی کرتا ہے اور ہمارے اختیار میں یہ
بھی نہیں ہے کہ ہم بلا اذن خدا کوئی دلیل یا معجزہ لے آئیں اور صاحبان ایمان تو صرف اللہ ہی
پر بھروسہ کرتے ہیں!۔

دوسری جانب بہت سے افراد کی کوشش یہ ہے کہ مقام رسالت کو عام انسانوں کے مرتبہ کے برابر بتا کر انبیاء کی عصمت کے منکر ہو جائیں۔ انبیاء الہی اور خاص کر رسول خداؐ مخصوص خصوصیات اور امتیازات کے مالک ہیں جن کی شناخت کے ذریعہ ہم پیغمبر اکرمؐ کی شخصیت کو بہتر انداز میں سمجھ سکتے ہیں۔

خاتم الانبیاء

پیغمبر اکرمؐ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم آپ کی خاتمیت پر بھی ایمان لائیں اور یہی دین اسلام کے ابدی ہونے اور اس کے کمال کی نشانی ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

وَكَاكَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا - ترجمہ: محمد تمہارے مرووں میں سے کسی ایک کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور سلسلہ انبیاء کے خاتم ہیں اور اللہ ہر شے کا خوب جاننے والا ہے۔^۱

اس خاتمت کی دلیل قرآن کریم کا نزول ہے، کیونکہ قرآن ایک ایسا معجزہ ہے جو کبھی انہما پذیر نہیں ہوگا، جس کے عجائب ختم ہونے والے نہیں ہیں اور جو مسلسل پڑھنے اور سننے کے بعد بھی پرانا نہیں ہوتا۔ یہ ایسا سمندر ہے جس سے پانی لینے والے کبھی اس کو سکھا نہیں سکتے اور ایسا چشمہ ہے جس سے پانی نکالنے والے کبھی اس کو ختم نہیں کر سکتے؛ لہذا خاتمت کا راز دین اسلام کے مضمون و محتوا میں مضمر ہے نہ کہ عقل بشر کے کمال اور رشد میں۔ اگرچہ انسانوں کی علمی اور سماجی ترقی ان کو دین الہی کو قبول کرنے اور تحفظ دین کے لئے آمادہ کرتی ہے لیکن یہ موضوع خاتمت کی بنیادی یا محوری وجہ نہیں بن سکتا^۲ کیونکہ اس صورت میں وحی سے بے نیازی اور دین کو ہٹانے اور وحی کی بجائے عقل کے استعمال کی باتیں ہونے لگیں گی۔

حضرت علیؑ، خاتمت کو رسول اکرمؐ کے خاص امتیازات میں شمار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

خَتَمَ بِهِ الْوَحْيِ، ترجمہ: آپ کے ذریعہ رسولوں کے سلسلہ کو تمام کیا۔^۳

دوسرے مقام پر آپ ارشاد فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ انْقَطَعَ بِمَوْتِكَ مَا لَمْ يَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَيْرِكَ مِنَ النَّبِيِّ وَالْأَنْبِيَاءِ وَالْأَنْبِيَاءِ السَّمَاءِ - ترجمہ: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کے رحلت فرما جانے سے نبوت، خدائی احکام اور آسمانی خبروں کا سلسلہ منقطع ہو گیا جو کسی اور (نبی) کے انتقال سے قطع نہیں ہوا تھا۔^۴

۱- سورہ احزاب، آیت ۴۰

۲- نوح البلاغہ، خطبہ ۱۹۸

۳- دانشنامہ امام علی (ع) ج ۳، ص ۷۳

۴- نوح البلاغہ، خطبہ ۱۳۳

۵- ایضاً، خطبہ ۲۳۲

اسی طرح حضرت ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

اجْعَلْ شَرَائِفَ صَلَوَاتِكَ وَنَوَامِي بَرَكَاتِكَ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ الْخَاتِمِ لِمَا
سَبَقَ وَالْفَاتِحِ لِمَا انْعَلَقَ وَالْمُعَلِّقِ الْحَقِّ بِالْحَقِّ - ترجمہ: اے خدا! اپنی پاکیزہ رحمتیں اور
بڑھنے والی برکتیں قرار دے اپنے عبد اور رسول، محمدؐ کے لئے جو پہلی نبوتوں کے ختم کرنے
والے اور بند دلوں کے کھولنے والے اور حق کے زور سے اعلان حق کرنے والے ہیں۔

اسی طرح آپ ارشاد فرماتے ہیں:

أَمِينٌ وَحَيْهٍ وَخَاتَمٌ رُسُلِهِ وَبَشِيرٌ رَحْمَتِهِ وَنَذِيرٌ نَقْمَتِهِ - ترجمہ: وہ اللہ کی وحی کے
امانتدار، اس کے رسولوں کی آخری فرد، اس کی رحمت کا خردہ سنانے والے اور اسے عذاب
سے ڈرانے والے تھے۔^۲

پیغمبر اکرمؐ کو مکمل اور جامع وحی موصول ہوئی جس کو آپؐ نے عالم بشریت تک پہنچایا۔ اس وحی کی
خاصیت یہ ہے کہ جیسے جیسے بصیرت عمیق اور وسیع ہوتی جاتی ہے ویسے ویسے نئے رازوں کا انکشاف ہوتا جاتا
ہے۔^۳ حضرت علیؑ قرآن کی عظمت کے بارے فرماتے ہیں:

فَالْقُرْآنُ أَمْرٌ زَاجِرٌ وَصَامِتٌ نَاطِقٌ، حُجَّةٌ اللَّهِ عَلَى خَلْقِهِ أَخَذَ عَلَيْهِمْ مِيثَاقَهُ
وَارْتَهَنَ عَلَيْهِ أَنْفُسَهُمْ أَتَمَّ نُورُهُ وَأَكْمَلَ بِهِ دِينَهُ وَقَبَضَ نَبِيَّهُ وَقَدَفَرَغَ إِلَى الْخَلْقِ مِنْ
أَحْكَامِ الْهُدَى بِهِ فَعَظَّمُوا مِنْهُ شُبْحَانَهُ مَا عَظَّمُوا مِنْ نَفْسِهِ فَإِنَّهُ لَمْ يُحْفِ عَنْكُمْ شَيْئاً مِنْ
دِينِهِ وَلَمْ يَتْرُكْ شَيْئاً رَضِيئاً أَوْ كَرِهَةً إِلَّا وَجَعَلَ لَهُ بَدِئاً وَ آيَةً مُحْكَمَةً تَزْجُرُ عَنْهُ أَوْ
تَدْعُو إِلَيْهِ - ترجمہ: پس یہ قرآن حکم دینے والا بھی ہے اور روکنے والا بھی۔ وہ خاموش بھی
ہے اور گویا بھی۔ وہ مخلوقات پر پروردگار کی حجت ہے جس کا لوگوں سے عہد لیا گیا ہے اور ان
کے نفسوں کو اس کا پابند بنا دیا گیا ہے۔ خدا نے اس کے نور کو مکمل بنایا ہے اور اس کے ذریعہ

۱۔ سچ البلاغ، خطبہ ۷۰

۲۔ ایضاً، خطبہ ۱۷۱

۳۔ مطہری، مرتضیٰ، ختم نبوت، ص ۷۲

دین کو کامل قرار دیا ہے۔ اپنے پیغمبر کو اس حالت میں اپنے پاس بلایا ہے کہ وہ اس کے احکام کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دے چکے تھے لہذا پروردگار کی عظمت کا اعتراف اس طرح کر دو جس طرح اس نے اپنی عظمت کا اعلان کیا ہے کیونکہ اس نے دین کی کسی بات کو مخفی نہیں رکھا ہے اور کسی شے کو خواہ اسے پسند ہو یا ناپسند بغیر کسی واضح علامت اور محکم نشان کے نہیں چھوڑا جو ناپسند امور سے روکے اور پسندیدہ باتوں کی طرف دعوت دے۔^۱

پیغمبر ایک دلسوز طبیب:

انبیائے الہی اور خاص طور پر رسول اکرم ایک ہمدرد طبیب ہیں۔ طبیب کا کام دلوں اور نفوس کو سکون پہنچانا ہے۔ پیغمبر اکرم نے مخصوص طریقوں سے پریشان حال بیماروں کی روح و جان کا علاج کیا۔ آپ خود دردمند بیماروں کے پاس جاتے تھے۔ حضرت علیؓ حقیقی طبیب کی خصوصیات اس طرح بیان فرماتے ہیں:

طَبِيبٌ دَوَّارٌ بِطَبِّهِ قَدْ أَحْكَمَ مَرَاهِمَهُ وَأَحْمَى مَوَاسِمَهُ، يَضَعُ مِنْ ذَلِكَ حَيْثُ الْحَاجَةُ إِلَيْهِ مِنْ قُلُوبٍ عُمِي وَأَذَانٍ صُمِّمٍ وَاللِّسَنَةِ بُكْمٍ ، مُتَتَّبِعٌ بِدَوَائِهِ مَوَاضِعَ الْغَفْلَةِ وَ مَوَاطِنَ الْحَيْرَةِ لَمْ يَسْتَضِيئُوا بِأَضْوَاءِ الْحِكْمَةِ وَلَمْ يَقْدَحُوا بِزِنَادِ الْعُلُومِ الثَّقَابَةِ۔ ترجمہ:

رسول اکرم وہ طبیب تھے جو اپنی طبابت کے ساتھ چکر لگا رہا ہو، اپنے مرہم کو درست کر لیا ہو اور داغنے کے آلات کو تپا لیا ہو، وہ اندھے دلوں، بہرے کانوں، گونگی زبانوں کے علاج کے لئے جہاں ضرورت ہوتی ہے ان چیزوں کو استعمال میں لاتا ہو۔ اور اپنی دوا کو لئے ہوئے غفلت کے مراکز اور حیرت کے مقامات کی تلاش میں لگا ہوا ہو۔^۲

اس خطبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ماہر و تجربہ کار اور چکر لگانے والا طبیب دو طرح کے آلات کا استعمال کرتا ہے: ایک میں مرہم کی خاصیت ہے (زخموں کو ٹھیک کرنے والا اور دردوں کو سکون پہنچانے والا) اور دوسرے میں درد کی جڑوں کو جلا دینے کی خاصیت ہے۔ حسد، تکبر، جہالت اور تعصب جیسے امراض جو مدتوں سے بیمار جسم و جان میں پل رہے ہوتے ہیں، ان کو جڑ سے نکالنا ہوگا۔

۱۔ نوح البلاغہ، خطبہ ۱۸۱

۲۔ ایضاً، خطبہ ۱۰۶

حضرت علیؑ نے نبیؐ البلاغہ میں ان بیماریوں کا ذکر کیا ہے جن کے علاج کے لئے پیغمبر اکرمؐ نے نسخہ بتائے ہیں۔ مثال کے طور پر: سینہ کی بیماری (خطبہ نمبر ۱۰۷ و ۱۸۷)، دل کی بیماری (حکمت ۳۷۵)، دل کا اندھا پن (خطبہ نمبر ۱۸۷)، کفر و نفاق (خطبہ نمبر ۱۷۳)، غفلت و حیرت (خطبہ نمبر ۱۰۵) اسی طرح حضرتؑ نے ایک اور فہرست بتائی ہے جس سے ان بیماریوں کا علاج کیا جاسکتا ہے: قرآن کریم (خطبہ نمبر ۱۷۴)، اسلام (خطبہ نمبر ۱۵۰)، تقویٰ (خطبہ نمبر ۱۸۷)، خدا کی اطاعت (خطبہ نمبر ۲۰۳، ۲۱۲ اور ۲۱۹)، حکم کے اقوال (حکمت نمبر ۲۵۷)، صدقہ! مثال کے طور پر قرآن کے سلسلے میں آپ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَيْسَ عَلَيَّ أَحَدٌ بَعْدَ الْقُرْآنِ مِنْ فَاقَةٍ وَلَا لَأَحَدٍ قَبْلَ الْقُرْآنِ مِنْ غِيٍّ ،
فَاسْتَشْفُوهُ مِنْ أَدْوَانِكُمْ وَاسْتَعِينُوا بِهِ عَلَيَّ لِأَوْائِكُمْ ، فَإِنَّ فِيهِ شِفَاءً مِنْ أَكْبَرِ الدَّاءِ وَهُوَ
الْكُفْرُ وَالتَّفَاقُ وَالغِيُّ وَالصَّلَالُ ، فَاسْأَلُوا اللَّهَ بِهِ - ترجمہ: یاد رکھو! کسی کو قرآن کے بعد
کسی اور لائحہ عمل کی ضرورت نہیں رہتی ہے اور نہ کوئی قرآن سے پہلے اس سے بے نیاز ہو
سکتا ہے۔ اپنی بیماریوں میں اس سے شفا حاصل کرو اور اپنی مصیبتوں میں اس سے مدد مانگو
کہ اس میں کفر و نفاق اور گمراہی و بے راہ روی جیسی بڑی بیماریوں کا علاج بھی موجود
ہے۔ اس کے ذریعہ اللہ سے سوال کرو۔^۲

پیغمبر اکرمؐ ہر دور اور نسل کے لئے نمونہ:

بے شک انبیاء اور خاص طور سے خاتم الانبیاء وحی سے اتصال اور خدا کی طرف سے مؤید ہونے کی وجہ سے لوگوں کے لئے نجات اور رستگاری کا عملی نمونہ ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ انسان کا مکمل مصداق ہیں۔ قرآن کریم نے چند آیات میں اور حضرت علیؑ نے کئی مقامات پر پیغمبر اکرمؐ کو نمونہ بنانے کے لئے سب سے زیادہ شائستہ بتایا ہے اور آپ کی پیروی کرنے والوں کو محبوب ترین بندوں میں شمار کیا ہے:

وَلَقَدْ كَانَ فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَافٍ لَكَ فِي الْأُسْوَةِ وَدَلِيلٍ

۱۔ یادنامہ کنگرہ ہزارہ نبیؐ البلاغہ، ص ۲۳۵

۲۔ نبیؐ البلاغہ، خطبہ ۱۷۴

لَكَ عَلَى دَمِ الدُّنْيَا وَعَيْنَيْهَا وَكَثْرَةِ مَخَازِيهَا وَمَسَاوِيهَا... فَتَأْسَى بِبَيْتِكَ الْأَطْيَبِ
الْأَطْهَرِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ فِيهِ أَسْوَدَ لَمَعِنِ تَأْسَى وَعَزَاءَ لَمَعِنِ تَعَزَّى وَأَحْسَبُ الْعِبَادِ
إِلَى اللَّهِ الْمُتَأْسِي بِبَيْتِهِ وَالْمُقْتَصِرُ لِأَثَرِهِ... فَتَأْسَى مُتَأْسِي بِبَيْتِهِ وَافْتَقَصَ أَثَرَهُ وَوَلَجَ
مَوْلَجَهُ وَإِلَّا فَلَا يَأْمَنُ الْهَلَكَةَ۔

ترجمہ: بھینا تمہارے لئے رسول اکرم کا قول و عمل پیروی کے لئے کافی ہے اور ان کی
ذات دنیا کے عیب و نقص اور اس کی رسوائیوں اور برائیوں کی کثرت دکھانے کے لئے رہنما
ہے... تم لوگ اپنے طیب و طاہر پیغمبر کا اتباع کرو چونکہ ان کی ذات پیروی کرنے والوں کے
لئے بہترین نمونہ اور صبر و سکون کے طلب گاروں کے لئے بہترین سامان صبر و سکون ہے،
ان کی پیروی کرنے والا اور ان کے نقش قدم پر چلنے والا ہی اللہ کی نظر میں سب سے محبوب
ہے... پیروی کرنے والے کو چاہیے کہ ان کی اتباع کرے اور ان کے نقش قدم پر چلے اور
انہی کی منزل پر قدم رکھے ورنہ ہلاکت سے محفوظ نہ رہ سکے گا۔^۱

حضرت علیؑ اپنے فرزند امام حسنؑ کو وصیت کرتے ہیں کہ رسول خداؐ کو اپنا رہنما اور نمونہ بنا لیں:
وَاعْلَمْنَا يَا بُنَيَّ أَنَّ أَحَدًا لَمْ يُنْبِئْ عَنِ اللَّهِ شُبْحَانَهُ كَمَا أَنْبَأَ عَفَةُ الرَّسُولِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، فَارْضَ بِهِ زَائِدًا وَإِلَى النَّجَاةِ قَائِدًا۔ ترجمہ: بیٹا! یہ یاد رکھو کہ
تمہیں خدا کے بارے میں اس طرح کی خبریں کوئی نہیں دے سکتا ہے جس طرح رسول
اکرمؐ نے دی ہیں لہذا ان کو بخوشی اپنا پیشوا اور راہ نجات کا قائد تسلیم کرو۔^۲

پیغمبر اکرمؐ زہد و سادگی کا نمونہ:

انسان جیسے جیسے قرب الہی کے درجات کو طے کرتا جاتا ہے ویسے ویسے اس کو خالق کی عظمت اور خود کی
پستی کا اندازہ ہوتا جاتا ہے اور کبر و خود پسندی کی چھت سے نیچے آتا ہے۔ انبیائے الہی میں یہ خصوصیت بھی

۱۔ نوح البلاغ، خطبہ ۱۵۸

۲۔ ایضاً، خط ۳۱

بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ زہد و سادگی اور دنیا سے عدم رغبت ایسی خصوصیت ہے جو تمام انبیاء میں مشترک ہے اور یہی وہ خصوصیت ہے جو ان کو دیگر انسانوں سے الگ کرتی ہے۔ پیغمبر اکرمؐ بے توجہی کے ساتھ دنیا کے زرق و برق کے سامنے سے گزرتے تھے اور اپنے دور کے فقیر ترین لوگوں کی طرح زندگی گزارتے تھے:

فَدَحَقَّرَ الدُّنْيَا وَصَغَّرَهَا وَأَهْوَنَ بِهَا وَهَوَّنَهَا وَعَلِمَ أَنَّ اللَّهَ زَوَّاهَا عَنْهُ اخْتِياراً
وَبَسَطَهَا لِغَيْرِهِ اخْتِياراً، فَأَعْرَضَ عَنْهَا بِقَلْبِهِ وَأَمَاتَ ذِكْرَهَا عَنْ نَفْسِهِ وَأَحَبَّ أَنْ تَغِيبَ
زِينَتُهَا عَنْ عَيْنِهِ لِكَيْلَا يَتَّخِذَ مِنْهَا رِيَاشاً أَوْ يَزْجُوَ فِيهَا مَقَاماً.

ترجمہ: پیغمبر اکرمؐ نے اس دنیا کو ہمیشہ صغیر و حقیر اور ذلیل و پست تصور کیا اور یہ سمجھا ہے کہ پروردگار نے ان کی شان کو بالآخر سمجھتے ہوئے اس دنیا کا رخ ان سے موڑا ہے اور گھٹیا سمجھتے ہوئے دوسروں کے لئے اس کا دامن پھیلا دیا ہے، لہذا آپ نے اس سے کنارہ کشی اختیار کی اور اس کی یاد کو دل سے بالکل نکال دیا اور یہ چاہا کہ اس کی زینتیں نگاہوں سے اوجھل رہیں تاکہ نہ عمدہ لباس زیب تن فرمائیں اور نہ کسی خاص مقام کی امید کریں۔^۱

حضرت ایک دوسرے مقام پر، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے زہد و سادگی کا ذکر کرتے ہیں کہ کس طرح وہ لوگ زمین کی سبزیوں کے سہارے زندگی بسر کرتے تھے، پتھروں کو اپنی تکیہ بناتے تھے اور پرانے کپڑے زیب تن کرتے تھے اور ان کارات کا اجالا چاند کی روشنی ہوا کرتی تھی۔

حضرت علیؑ آگے پھر فرماتے ہیں:

”پیغمبر اکرمؐ نے دنیا سے صرف مختصر غذا حاصل کی اور اسے نظر بھر کر دیکھا بھی نہیں۔ ساری دنیا میں سب سے زیادہ خالی شکم اور شکم تہی بسر کرنے والے وہی تھے۔ ان کے سامنے دنیا پیش کی گئی تو اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور یہ دیکھ لیا کہ پروردگار اسے پسند نہیں کرتا ہے تو خود بھی ناپسند کیا اور خدا حقیر سمجھتا ہے تو خود بھی حقیر سمجھا اور اس نے چھوٹا بنا دیا ہے تو خود بھی چھوٹا ہی قرار دیا۔ پیغمبر اکرمؐ ہمیشہ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ غلاموں کے انداز سے بیٹھتے تھے اور کسی نہ کسی کو ساتھ بیٹھا بھی لیا کرتے تھے، اپنے جوتے خود درست

کرتے تھے اور اپنے کپڑے خود اپنے ہاتھ سے سلتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے مکان کے دروازہ پر ایسا پردہ دیکھا جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں تو اپنی ایک زوجہ سے فرمایا کہ خبردار اسے ہٹاؤ۔ میں اس کی طرف دیکھوں گا تو دنیا اور اس کی آرائش یاد آئے گی۔ پیغمبر اکرمؐ نے دنیا سے دل سے کنارہ کشی اختیار فرمائی اور اس کی یاد کو اپنے دل سے محو کر دیا اور یہ چاہا کہ اس کی زینت نگاہوں سے دور رہے تاکہ نہ بہترین لباس بنائیں اور نہ اسے دل میں جگہ دیں اور نہ اس دنیا میں کسی مقام کی آرزو کریں۔“

پھر آپؐ ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ كَانَ فِي رَسُولِ اللَّهِ مَا يُدُلُّكَ عَلَى مَسَاوِي الدُّنْيَا وَغُيُوبِهَا إِذْ جَاعَ فِيهَا مَعَ حَاصِيَةِ وَزُوَيْتَ عَنْهُ زَخَارِفُهَا مَعَ عَظِيمِ زُلْفَتِهِ، فَلْيَنْظُرْ نَاطِرٌ بِعَقْلِهِ أَكْرَمَ اللَّهُ مُحْتَدًا بِذَلِكَ أَمْ أَهَانَهُ، فَإِنْ قَالَ أَهَانَهُ فَقَدْ كَذَّبَ وَآتَى بِالْإِفْكِ الْعَظِيمِ، وَإِنْ قَالَ أَكْرَمَهُ فَلْيَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهَانَ غَيْرَهُ حَيْثُ بَسَطَ الدُّنْيَا لَهُ، وَزَاوَاهَا عَنْ أَقْرَبِ النَّاسِ مِنْهُ... خَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا حَمِيصًا وَوَرَدَ الْآخِرَةَ سَلِيمًا، لَمْ يَصْغَحْ حَجَرًا عَلَى حَجَرٍ حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ وَأَجَابَ دَاعِيَ رَبِّهِ، فَمَا أَعْظَمَ مِنَّةَ اللَّهِ عِنْدَنَا جِئِنَ أَنْعَمَ عَلَيْنَا بِهِ سَلَفًا نَنْبِغُهُ وَقَائِدًا نَطْلُقُ عَقِبَهُ۔ ترجمہ: یقیناً رسول اللہؐ کی زندگی میں وہ ساری باتیں پائی جاتی ہیں جو دنیا کے عیوب اور اس کی خرابیوں کی نشاندہی کر سکتی ہیں، جب کہ آپؐ نے اپنے گھر والوں سمیت بھوکا رہنا گوارا کیا ہے اور خدا کی بارگاہ میں انتہائی تقرب کے باوجود دنیا کی زینتوں کو آپؐ سے الگ رکھا گیا ہے اور آپؐ نے ان کو خوار سمجھا۔ اب ہر انسان کو نگاہ عقل سے دیکھنا چاہیے اور یہ سوچنا چاہیے کہ اس صورت حال اور اس طرح کی زندگی سے پروردگار نے اپنے پیغمبرؐ کو عزت دی ہے یا انہیں ذلیل بنایا ہے۔ اگر کسی کا خیال یہ ہے کہ ذلیل بنایا ہے تو وہ جھوٹا اور افترا پرداز ہے اور اگر یہ احساس ہے کہ عزت دی ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اگر اللہ نے اس کے لئے دنیا کو فرش کر دیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے ذلیل بنا دیا ہے جب کہ اپنے قریب ترین بندہ سے اسے دور رکھا تھا... وہ دنیا سے بھوکے گئے لیکن آخرت میں سلامتی کے ساتھ وارد ہوئے۔ انہوں نے تعمیر کے لئے پتھر پر پتھر نہیں رکھا اور دنیا سے رخصت

ہو گئے اور اپنے پروردگار کی دعوت پر لبیک کہہ دی۔ پروردگار کا کتنا عظیم احسان ہے کہ اس نے ہمیں ان کا جیسا رہنما عطا فرمایا ہے جس کا اتباع کیا جائے اور قائد بنایا جائے، جس کے نقش قدم پر قدم جمائے جائیں۔^۱

حضرت علیؑ نے درحقیقت اپنے ان بیانات میں انبیائے الہی اور خاص کر پیغمبر اکرمؐ کی زہد و سادگی کو بیان فرمایا ہے۔ رسول خداؐ نے رسالت کے فریضہ کو جلال و ظاہری شوکت سے نہیں بلکہ عزم اور مضبوط ارادے کے ساتھ پورا کیا، کیونکہ اگر خدا چاہتا تو آسمان و زمین کے جنود کو اپنے انبیاء کے قبضہ میں دے سکتا تھا تاکہ لوگوں کے پاس تسلیم ہونے اور ان کی بات قبول کرنے کے سوا کوئی اور چارہ ہی نہ رہے، لیکن حکمت الہی کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان کے پاس انتخاب کرنے کا موقع ہو اور وہ اپنے اختیار کا فائدہ اٹھائے، اسی وجہ سے انبیائے الہی تواضع میں اپنے چہرے کو زمین سے لگاتے تھے اور اپنے رخساروں کو خاک پر ملتے تھے، اور مومنوں کے ساتھ تواضع سے پیش آتے تھے، اور خدا نے بھی ان کو سونے کی کھان کے بجائے مضبوط اور فولادی ارادہ عنایت فرمایا۔^۲

پیغمبر اسلامؐ شجاعت و ایثار کے مظہر

پیغمبر اکرمؐ مضبوط ارادہ، استقامت اور شجاعت کے مظہر تھے، جنہوں نے دین خدا کو لوگوں تک پہنچانے میں کسی بھی طرح کے جہاد اور ایثار سے دریغ نہیں کیا۔ بعثت کے ابتدائی دور میں ہی آپؐ نے اعلان کر دیا تھا کہ اگر چاند اور سورج بھی آپؐ کو دے دیا جائے تو بھی آپؐ اپنے ہدف سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ مدینہ میں اپنے دس سالہ دور میں دین خدا کے استقرار کے لئے ۸۰ سے زائد جنگیں ہوئیں لیکن ان سب کے باوجود بھی پیغمبر اکرمؐ رحمت و محبت کا مظہر اور رحمۃ للعالمین تھے۔ آپؐ کو لوگوں کی گمراہی سے بے حد رنج ہوتا تھا، یہاں تک کہ خدا نے آپؐ سے فرمایا:

مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ بِإِتِّسَافٍ - ترجمہ: ہم نے آپؐ پر قرآن اس لئے نہیں

نازل کیا ہے کہ آپؐ اپنے کوزحمت میں ڈال دیں۔^۳

۱۔ نوح البلاغ، خطبہ ۱۵۸

۲۔ مطہری، مرتضیٰ، سیری در سیرہ نبوی، ص ۱۰۸-۱۰۳

۳۔ سورہ طہ، آیت ۲

لَعَلَّكُمْ بَاخِعٌ مُّقْفَسِكٌ أَلَّا يَكُونُوا لَكُمْ مَعِينِينَ۔ ترجمہ: کیا آپ اپنے نفس کو ہلاکت میں

ڈال دیں گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لارہے ہیں۔^۱

جب کبھی بھی تبلیغ اور ہدایت کے لئے امن اور صلح کے راستوں کو بند پاتے تھے تو دفاعی جہاد کی شکل میں شجاعت و ایثار کا ایسا مظاہرہ کرتے تھے کہ کوئی بھی آپ کے تیغ کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ خدا کی خوشنودی کے لئے ان سب سے جہاد فرماتے تھے جو راہِ ہدایت میں مانع تھے۔ آپ جنگوں میں سب سے آگے آگے ہوا کرتے تھے اور اپنے اصحاب کو کفار و مشرکین کے تیغ سے بچاتے تھے۔ حضرت علی فرماتے ہیں:

وَجَاهَدَ فِي اللَّهِ أَغْدَاءَهُ غَيْرَ وَاهِنٍ وَلَا مُعَذِّبٍ۔ ترجمہ: دشمنانِ خدا سے جہاد کیا اور اس

راہ میں نہ کوئی کمزوری دکھلائی اور نہ کسی عذر کا سہارا لیا۔^۲

اور آپ کی شجاعت کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

كُنَّا إِذَا أَحْمَرَّ الْبَأْسُ اتَّقَيْنَا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ

مِنَّا أَقْرَبَ إِلَى الْعَدُوِّ مِنْهُ۔ ترجمہ: اور جب جنگ مشکل ہو جاتی تھی اور جنگ کے شعلے

بھڑک جاتے تھے تو ہم لوگ رسولِ خدا کی پناہ میں آ جاتے تھے اور کوئی بھی شخص آپ سے

زیادہ دشمن کے قریب نہیں ہوا کرتا تھا۔^۳

تاریخ بتاتی ہے کہ آپ اپنے اقربا اور گھروالوں کو پیش قدم رکھتے تھے اور ان کے ذریعہ اپنے اصحاب کو نیزوں اور تلواروں سے محفوظ رکھتے تھے۔ چنانچہ عبید بن حارث (آپ کے چچا کے بیٹے) جنگ بدر میں شہید ہوئے، آپ کے چچا حمزہ جنگ احد میں شہید ہوئے اور مولا علی کے بھائی جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔

پیغمبر اکرم کی استقامت نہ صرف میدان جنگ میں ہوتی تھی بلکہ مشرکین کی مکاریوں اور تہمتوں کے سامنے بھی آپ صبر و استقامت کا مظہر ہوتے تھے۔ اشد الناس بلاء الأنبياء کے باوجود بھی دشواری اور

۱۔ سورہ شعراء، آیت ۳

۲۔ نوح البلاغ، خطبہ ۱۱۴

۳۔ ایضاً، کلمات غریب ۹

نخبتوں نے ان کو ان کے ہدف سے نہیں روکا:

رُسُلٌ لَا تَقْصِرُ بِهِمْ قِلَّةٌ عَدَدِهِمْ، وَلَا كَثْرَةُ الْمُكَذِّبِينَ لَهُمْ۔ ترجمہ: ایسے رسول، جنہیں تعداد کی کمی اور جھٹلانے والوں کی کثرت درماندہ و عاجز نہیں کرتی ہے! بار رسالت اس قدر سنگین ہوتا ہے کہ بقول قرآن، گویا پیغمبر کی کمر کو توڑ دیتا ہے لیکن ان سب کے باوجود رسول اکرم خدا کے حکم سے اپنے فریضے کو بخوبی ادا کرنے میں کامیاب ہوئے:

”نہ آگے بڑھنے سے انکار کیا اور نہ ان کے ارادوں میں کمزوری آئی۔ تیری وحی کو محفوظ کیا۔ تیرے عہد کی حفاظت کی۔ تیرے حکم کے نفاذ کی راہ میں بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ روشنی کی جستجو کرنے والوں کے لئے آگ روشن کردی اور گم کردہ راہ کے لئے راستہ واضح کر دیا۔ ان کے ذریعہ دلوں نے فتنوں اور گناہوں میں غرق رہنے کے بعد بھی ہدایت پالی۔“^۲

پیغمبر اسلام نے لوگوں کو خدا کی اطاعت کی دعوت دی اور خدا کے دشمنوں سے جہاد فرمایا یہاں تک کہ ان کو مغلوب کر دیا۔ کافروں نے آپ کی تکذیب کی لیکن آپ تبلیغ دین سے دستبردار نہیں ہوئے۔ امام علیؑ ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

وَنَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ خَاضَ إِلَى رِضْوَانِ اللَّهِ كُلَّ غَمْرَةٍ وَتَجَرَّعَ فِيهِ كُلَّ غَضَبَةٍ وَقَدْ تَلَوْنَ لَهُ الْأَذْنَونَ وَتَأَلَّبَ عَلَيْهِ الْأَقْصُونَ وَخَلَعَتْ إِلَيْهِ الْعَرَبُ أَعْيُنَهَا وَضَرَبَتْ إِلَى مُحَارَبَتِهِ بُطُونَ زَوَاجِلِهَا حَتَّى أَنْزَلَتْ بِسَاحَتِهِ عَدَاوَتَهَا مِنْ أْبَعْدِ الدَّارِ وَأَشْحَقِ الْمَزَارِ۔ ترجمہ: ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہیں۔ انہوں نے اس کی رضا کی خاطر ہر مصیبت میں اپنے کو ڈال دیا اور ہر غصہ کے گھونٹ کو پی لیا۔ قریب والوں نے ان کے سامنے رنگ بدل دیا اور دور والوں نے ان پر لشکر کشی کر دی۔ عربوں نے

۱۔ سچ البلاغہ، خطبہ ۱

۲۔ ایضاً، خطبہ ۷۰

اپنی زمامِ کارخِ ان کی طرف موڑ دیا اور اپنی سواریوں کو ان سے جنگ کرنے کے لئے مہمیز کر دیا اور عداوتوں کے پشتارے آپ کے صحن میں اتار دیا۔

پیغمبر اکرمؐ خلقِ عظیم کا نمونہ:

بلاشبہ پیغمبر اکرمؐ کے اخلاق و کردار کا اسلام کی ترویج میں اہم حصہ رہا ہے۔ آپؐ کی اخلاقی خصوصیات اس قدر زیادہ ہیں کہ آپؐ کو انسانی اخلاق کے تمام شعبوں میں پیشوائی حاصل ہے۔ اتنی کثرت سے احسن خلق و خوکا ہونا ایک فردی خصوصیت نیز لطفِ خدا ہے۔ اس کے علاوہ مکارم و محاسن اخلاق کی ترویج آپؐ کا خاص فریضہ ہے۔^۱

متعدد روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مکہ اور مدینہ کے لوگ آپؐ کی طرف مجذوب ہوتے تھے لیکن اس سے بھی پہلے قرآن خود صراحت کے ساتھ اس چیز کی گواہی دیتا ہے:

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقِي عَظِيمٍ۔ ترجمہ: اور آپؐ بلند ترین اخلاق کے درجہ پر ہیں۔^۲

پیغمبر اکرمؐ کے اخلاق و کردار کے سلسلہ میں سب سے زیادہ حضرت علیؑ سے روایتیں منقول ہیں۔ رسول خداؐ جب بھی کسی کی طرف رخ کرنا چاہتے تھے تو صرف اپنا سرا اس کی طرف نہیں کرتے تھے بلکہ پورے بدن کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ ان میں سب سے زیادہ دلیر اور سب سے زیادہ سچے تھے اس طرح سے کہ ہمیشہ اپنے عہد پر وفا کرتے تھے۔ سب سے زیادہ نرم زبان رکھتے تھے اور لوگوں سے ملنے جلنے میں سب سے بہتر تھے۔^۳

امام علیؑ معاشرے میں آپؐ کے اخلاق کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

”جو کوئی بھی آپؐ کو کھلی بار دیکھتا تھا، آپؐ کی ہیبت میں گم ہو جاتا تھا۔ جو بھی آپؐ سے ملتا تھا اس کا دل آپؐ کی دوستی سے بھر جاتا تھا۔ جب آپؐ اپنے اصحاب کو دیکھتے تھے تو

۱۔ نوح البلاغ، خطبہ ۱۹۲

۲۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار (جلد ۱۶)، ص ۲۱۰

۳۔ سورہ قلم، آیت ۴

۴۔ بلاذری، انساب الاشراف (جلد ۱)، ص ۳۹۱

۵۔ ایضاً، ص ۳۹۲

دیکھنے کے وقت کو برابر سے ان کے درمیان تقسیم کرتے تھے۔ جب بھی کسی سے ہاتھ ملاتے تھے تو کبھی پہلے اپنا ہاتھ نہیں پیچھے کرتے تھے۔ اسی طرح اس وقت تک اپنا منہ نہیں ہٹاتے تھے جب تک کے سامنے والا نہ ہٹالے^۱۔ آپ کا چہرہ کھلا ہوا ہوتا تھا۔ آپ ہرگز تند مزاج، ہر وقت ملامت کرنے والے، فحاش اور مزاح کرنے والے نہیں تھے^۲۔

آپ کی سیرت میانہ روی، آپ کی سنت ہدایت اور ترقی، آپ کے الفاظ حق کا معیار اور آپ کا حکم عدل ہوا کرتا تھا^۳۔

اس وقت کے سوا جو آپ خدا اور اپنے اہل بیت کے ساتھ گزارتے تھے، آپ نے کچھ ذخیرہ نہیں کیا اور ہمیشہ لوگوں کے درمیان ہوا کرتے تھے۔ آپ مسلسل تالیف قلوب کی کوشش میں رہتے تھے۔ ہر قوم کے بزرگ شخص کا احترام کرتے تھے اور اس کو اس کی قوم پر برتری دیتے تھے۔ اپنے اصحاب کے حال و احوال کے سلسلے میں پتہ کرتے تھے اور لوگوں کے درمیان جو کچھ چل رہا ہوتا تھا اس کے بارے میں پوچھتے تھے۔ نیک کاموں کو سراہتے تھے اور برے کام کو ہلکا سمجھتے تھے۔ آپ میانہ روی سے کام لیتے تھے، حق بیانی سے کبھی پیچھے نہیں ہٹتے تھے اور حق بیانی میں کسی بھی طرح کی کمی کو برا سمجھتے تھے۔ آپ کے ساتھی بہترین لوگ ہوتے تھے۔ آپ کے نزدیک بہترین شخص نصیحت کرنے والا اور سب سے زیادہ نیک عمل انجام دینے والا ہوا کرتا تھا۔ ذکر خدا کے سوا آپ کا کوئی قیام و قعود نہیں تھا۔ بزم میں بیٹھتے تھے تو سبھی ساتھیوں کے حق کو پورا کرتے تھے، اس طرح سے کہ آپ کے ساتھ بیٹھنے والا آپ سے زیادہ کسی اور کو خود کے لئے فکر مند نہیں پاتا تھا۔ جس کسی کو بھی آپ کی ضرورت ہوتی تھی، آپ اس کے ساتھ اس وقت تک بیٹھتے تھے، جب تک وہ خود نہ اٹھ جائے۔

کوئی اگر آپ سے کسی چیز کا مطالبہ کرتا تھا تو اس کی حاجت پوری کئے بغیر یا نیک اقوال

۱۔ بحار الانوار (جلد ۱۶)، ص ۲۶۰

۲۔ ایضاً، ص ۲۳۷

۳۔ انساب الاشراف (جلد ۱)، ص ۲۹۳

۴۔ نوح البلاغ، خطبہ ۹۲

کے بغیر اس کو رخصت نہیں کرتے تھے۔ آپ کالوگوں کے ساتھ سلوک ایک باپ کا بیٹوں کے ساتھ سلوک جیسا ہوتا تھا اور آپ کے نزدیک سب کا حق مساوی ہوتا تھا۔ آپ کی بزمِ حکمت، حیا، صبر اور امانت کی بزم ہوا کرتی تھی۔ وہاں کوئی آواز بلند نہیں ہوتی تھی۔ لوگوں کے ساتھ آپ کا برتاؤ نرم اور نیک ہوا کرتا تھا اور جو چیز آپ کو ناپسند ہوتی تھی، اس سے آپ چشم پوشی کرتے تھے۔ کسی کی برائی اور ملامت نہیں کرتے تھے۔ رسول خدا کالوگوں میں سب سے زیادہ نیک، بخشندہ اور بہادر تھے۔ اللہ نے آپ کے ذریعہ دلوں میں الفت پیدا کی۔ اہل ذلت کو عزیز بنا دیا اور کفر کی عزت پر اکلنے والوں کو ذلیل کر دیا۔ آپ کا کلام حقیقتوں کو بیان کرنے والا اور آپ کی خاموشی میں گویائی تھی۔^۱

سیرت اور سنن کی کتابوں نے پیغمبر اکرمؐ کے کریمانہ اخلاق کے ایسے ایسے واقعات بیان کئے ہیں جو حیرت انگیز ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ مقامِ افسوس بھی ہے کہ حضرت کی امت آپ کے نیک اخلاق سے کس قدر فاصلے پر ہے۔ سادہ زندگی، دوسروں کے ساتھ ہمدردی اور مہربانی، لوگوں کے ساتھ مشورہ، وفا، صداقت، قاطعیت، خاندان کے امور میں تدبیر، بچوں کے ساتھ مہربانی، مہمان نوازی، نوجوانوں کے ساتھ اچھا اور نیک سلوک، مخالف اور پشیمان لوگوں کے ساتھ اچھا اور نیک اخلاق، صبر، ادب وغیرہ کو انسان کی فروی اور سماجی زندگی کا حصہ بننا چاہئے۔^۲

پیغمبر اکرمؐ کی مذکورہ خصوصیات کے علاوہ بھی مولا علیؑ نے آپ کی زندگی، شخصیت، سیرت اور اخلاق سے متعلق مختلف نمونوں کو بیان کیا ہے جو ہر ایک اپنے آپ میں ہمارے لئے عظیم درس ہے۔ جیسے کہ دلوں کو متحد کرنا،^۳ پرہیزگاروں کے امام،^۴ حق کی رائے کو نافذ کرنا،^۵ حدود کو نافذ کرنا، رسالت کی

۱۔ نوح البلاغہ، خطبہ ۹۳

۲۔ بحار الانوار (جلد ۱۶)، ص ۲۱۵؛ قرآنی، محسن، میرہ پیامبر اکرمؐ بانگاہی بہ قرآن کریم

۳۔ نوح البلاغہ، خطبہ ۲۲۹

۴۔ ایضاً، خطبہ ۹۲ و ۱۱۳

۵۔ ایضاً، خطبہ ۹۸ و ۱۸۳

۶۔ ایضاً، خطبہ ۱۲۵

مشکلوں کو برداشت کرنا، قریش کے مظالم کے مقابلہ میں استقامت،^۱ با مقصد تبلیغ^۲ وغیرہ...۔

پیغمبر اکرمؐ کی بعثت کے نتائج:

حقیقتاً آپ نے کیا کیا اور معاشرہ میں کیا تبدیلیاں پیدا کیں اور دین حق اور ندائے توحید کی ترویج کے لئے آپ کی خالصانہ کوششوں کا نتیجہ کیا ہوا؟

امام علیؑ نے مختلف مقامات پر رسول اکرمؐ کی ان سخت و طاقت فرسا کوششوں کو یاد کیا ہے جو انہوں نے ایسا معاشرہ بنانے کے لئے انجام دیں جس میں سبھی انسانوں کو مساوی حقوق حاصل ہوں۔ آپ دور جاہلیت کے معاشرے کی خصوصیات کو بھی یاد کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو اندازہ ہو کہ وہ کیا تھے اور اسی کہ ساتھ وحی الہی کے نور میں پرورش پانے والے موجودہ معاشرے کی خصوصیات کو بھی بیان فرماتے ہیں تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ وہ اب کیا ہیں اور کہاں پہنچ گئے ہیں۔

آپ کے عقیدے کے مطابق جب عرب پر سیاہ جاہلیت حاکم تھی اس وقت پیغمبر اکرمؐ مکہ اور مدینہ کے آسمان پر ایک روشن آفتاب کی طرح نمودار ہوئے اور پوری دنیا میں آپ کا نور ظاہر ہوا۔ آپ ایمان اور فضل کی سوغات لے کر آئے۔ آپ نے شرک کے بدلے توحید، جہالت کے بدلے علم، لوٹ مار کے بدلے ایثار، شرارت کے بدلے اخلاق، آشوب کے بدلے سکون، بد کرداری کے بدلے نیکی اور اچھا عمل، نسلی دشمنیوں کے بدلے دوستی، دنیا میں ڈوبتے چلے جانے کے بدلے خدا اور قیامت کی طرف توجہ اور گمراہی کے بدلے ہدایت لوگوں کو عطا کیا:

فَسَاقَ النَّاسَ حَتَّىٰ بَوَّأَهُمْ مَحَلَّتَهُمْ وَبَلَّغَهُمْ مَنَاجِئَهُمْ فَاسْتَقَامَتْ قَنَاثُهُمْ وَ

اطْمَأَنَّتْ صَفَائُهُمْ۔ ترجمہ: آپ نے لوگوں کو کھینچ کر ان کے مقام تک پہنچایا اور انہیں

منزل نجات سے آشنا کیا یہاں تک کہ ان کی کجی درست ہو گئی اور ان کے حالات استوار

ہو گئے۔^۳

۱۔ نوح البلاغ، خطبہ ۱۹۲

۲۔ ایضاً، خط نمبر ۷، ۳۳، ۵۹

۳۔ ایضاً، خطبہ ۲۲۹

۴۔ ایضاً، خطبہ ۳۳

جیسا کہ ذکر کیا گیا معاشرے کی ہدایت بحث کے لئے کم کامیابی نہیں ہے، وہ بھی ایسی ہدایت جو تمام پہلوؤں اور ابعاد میں ظاہر ہوئی:

فَهَذَا هُمْ بِهٖ مِنَ الضَّلَالَةِ وَأَتَقَدَّهُمْ بِمَكَانِهِ مِنَ الْجَهَالَةِ۔ ترجمہ: خدا نے آپ کے ذریعہ سب کو گمراہی سے ہدایت دی اور جہالت سے باہر نکال دیا۔^۱
اسی طرح مولا علیؑ فرماتے ہیں:

أَرْسَلَهُ بِالضَّبَائِعِ وَقَدَّمَهُ فِي الْأَضْيَافِ فَرْتَقَ بِهِ الْمَفَاتِقَ وَسَاوَرَ بِهِ الْمَغَالِبَ وَذَلَّلَ بِهِ الضُّعُفَةَ وَسَهَّلَ بِهِ الْخُزُونََةَ حَتَّى سَرَّحَ الضَّلَالَ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ۔ ترجمہ: خدا نے پیغمبرؐ کو اسلام کا نور دے کر بھیجا اور انتخاب کی منزل میں سب سے آگے رکھا۔ ان کے ذریعہ سے پر آگندگیوں کو دور کیا اور غلبہ حاصل کرنے والوں کو قابو میں رکھا۔ دشواریوں کو آسان کیا اور ناہمواریوں کو ہموار بنایا۔ یہاں تک کہ گمراہیوں کو داسنے بائیں ہر طرف سے دور کر دیا۔^۲
اس کے بعد پھر امام علیؑ بحث رسول اکرمؐ کی کامیابی کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

فَصَدَّعَ بِمَا أَمَرَ بِهِ وَتَلَّغَ رِسَالَاتِ رَبِّهِ۔ فَلَمَّ اللَّهُ بِهِ الصَّدْعَ وَرَتَّقَ بِهِ الْفَتْقَ۔ وَالْفَتْقُ بِهِ الشُّمْلَ بَيْنَ ذَوِي الْأَرْحَامِ۔ بَعْدَ الْعَدَاوَةِ الْوَاعِرَةِ فِي الضُّدُورِ۔ وَالضُّعَائِنِ الْقَادِحَةِ فِي الْقُلُوبِ۔ ترجمہ: رسول اکرمؐ نے ادا امر الہیہ کو واضح انداز سے پیش کر دیا اور اس کے پیغامات کو پہنچا دیا۔ اللہ نے آپ کے ذریعہ انتشار کو جمع کیا۔ شکاف کو بھر دیا اور قرابتداروں کے افتراق کو انس میں تبدیل کر دیا حالانکہ ان کے درمیان سخت قسم کی عداوت اور دلوں میں بھڑک اٹھنے والے کینے موجود تھے۔^۳

ایک دوسرے مقام پر آپؐ فرماتے ہیں:

بَعَثَهُ وَالتَّمَامِ ضَلَالًا فِي حَيْزَةِ وَحَاطِطُونَ فِي فِئْتَةٍ قَدِ اشْتَهَوْتَهُمُ الْأَهْوَاءُ

۱۔ نوح البلاغم، خطبہ ۱

۲۔ ایضاً، خطبہ ۲۱۱

۳۔ ایضاً، خطبہ ۲۲۹

وَاسْتَزَلَّ لَهُمُ الْكِبْرِيَاءُ وَاسْتَحَفَّتْهُمُ الْجَاهِلِيَّةُ الْجَهْلَاءُ حَيَارَى فِي زَلْزَالٍ مِنَ الْأَمْرِ وَبَلَاءٍ مِنَ الْجَهْلِ فَبَالَغَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي التَّصْبِيحَةِ وَمَضَى عَلَى الطَّرِيقَةِ وَدَعَا إِلَى الْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ - ترجمہ: اللہ نے انہیں اس وقت بھیجا جب لوگ گمراہی میں متخیر تھے اور فتنوں میں ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔ خواہشات نے انہیں بہکا دیا تھا اور غرور نے ان کے قدموں میں لغزش پیدا کر دی تھی۔ جاہلیت نے انہیں سبک سر بنا دیا تھا اور وہ غیر یقینی حالات اور جہالت کی بلاؤں میں حیران و سرگرداں تھے۔ آپ نے نصیحت کا حق ادا کر دیا، سیدھے راستے پر چلے اور لوگوں کو حکمت اور موعظہ حسنہ کی طرف دعوت دی۔

ایک دوسرے مقام پر آپ ارشاد فرماتے ہیں:

”تیرے حکم کے نفاذ کی راہ میں بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ روشنی کی جستجو کرنے والوں کے لئے آگ روشن کر دی اور گم کردہ راہ کے لئے راستہ واضح کر دیا۔ ان کے ذریعہ دلوں نے فتنوں اور گناہوں میں غرق رہنے کے بعد بھی ہدایت پالی اور انہوں نے راستہ دکھانے والے نشانات اور واضح احکام قائم کر دیئے۔ وہ تیرے امانت دار بندہ، تیرے پوشیدہ علوم کے خزانہ دار، روز قیامت کے لئے تیرے گواہ، حق کے ساتھ بھیجے ہوئے اور مخلوقات کی طرف تیرے نمائندہ تھے۔“^۱

جو کچھ پیغمبر اسلام کو حاصل ہوا وہ سب آپ کی سیرت پر حاکم اصولوں اور طریقوں سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔^۲ تبلیغ دین کے سلسلہ میں آپ کا طریقہ، فکری ہدایت کی بنیاد پر استوار تھا جس کے ذریعہ آپ نے لوگوں میں استدلال اور تفکر و تدبیر کی روح کو پروان چڑھایا۔ رسول خدا کو حکمت و موعظہ اور احسن مجادلہ کی راہ کو اختیار کرنے کا مشورہ دیا گیا تھا اور اسی شیوہ کو اپنا کر آپ نے ایک کثیر تعداد کو اسلام کی دعوت دی۔ مسلمانوں کی مکمل کامیابی اور اعلان برائت کے بعد بھی پیغمبر اکرم کو قرآن کا صریح حکم تھا کہ جب بھی کوئی مشرک آپ کی پناہ لینا چاہے تو آپ اسے پناہ دیں تاکہ وہ خدا کے کلام کو سن سکے۔ اس کے بعد اس کو ایک

۱۔ نبی البلاغہ، خطبہ ۷۰

۲۔ جعفریان، رسول، سیرہ رسول خدا، ص ۳۹۳

امن مقام پر پہنچائیں کیونکہ یہ لوگ نادان لوگ ہیں!۔

اسلام کی دعوت کی بنیاد لوگوں کو توحید کی طرف رہنمائی کرنے پر تھی لیکن ایک ملائم اور روادار انداز میں۔ بہت سے مشرکین کو نہ عقلی استدلال سے دلچسپی تھی اور نہ ہی ان کو اسلام سے جنگ کرنے کا شوق تھا لہذا پیغمبر اکرمؐ نے تالیفِ قلوب کی سیاست کو مشرکین کے دلوں کو نرم کرنے کے لئے استعمال کیا اور پھر ضرورت پڑنے پر سخت رویہ بھی اپنایا۔ مولا علیؑ کی تعبیر کے مطابق یہ سب ماہرانہ طبابت کا لازمہ تھا کہ کہیں پر مرہم لگاتے ہیں اور کہیں ضرورت پڑنے پر جلاتے ہیں اور کاٹتے ہیں۔

پیغمبر اکرمؐ کا اصلی نسخہ قرآن مجید تھا جس کا حلال و حرام بالکل واضح ہے، جو کفر و نفاق کا علاج کرنے والا ہے اور ایسا چراغ ہے جو ہر گز بجھ نہیں سکتا۔ قرآن حق کو باطل سے الگ کرنے والا اور ایسی شفا ہے جس کے بعد بیماروں کو کوئی خوف اور ڈر نہیں ہوتا ہے اور ایسا حق ہے جس کی حمایت کرنے والا کبھی خوار اور مغلوب نہیں ہوگا۔^۱ بحث کے دور میں مشرکین کے مقابل میں پیغمبر اکرمؐ قرآنی آیات کی تلاوت فرماتے تھے۔ یہ قرآنی آیات مشرکین کے سروں پر بجلی کی طرح چمکتی تھیں اور وہ اسلام کی دعوت کے سامنے اپنے ہتھیار ڈال دینے پر مجبور ہو جاتے تھے۔

ترنمی لحن اور بے نظیر ادب نے قرآنی پیغامات کی کشش کو اور بھی زیادہ کر دیا جس کی وجہ سے مشرکین اس کا مقابلہ کرنے سے خود کو عاجز پاتے تھے۔ اس طرح سے قرآن مجید نے توحید کو شرک آلود ماحول میں پھیلایا۔ مشرکین قرآنی آیات کی کسی بھی طرح کی واقعی تنقید کرنے سے معذور تھے اور صرف مسلمانوں پر دباؤ کے ذریعے سے اس پاک آئین کو روکنے کی کوشش کرتے تھے۔

بحث اور رسول اکرمؐ کی نبوت کی وجہ سے معاشرہ میں تبدیلیوں کا آغاز ہوا اور پھر قرآنی آیات کی مدد سے ان اذکار کو جاہل معاشرے کے تمام زاویوں میں فروغ ملا اور بنیادی انقلاب کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ قرآنی آیات نے فکری اعتبار سے لوگوں پر گہرا اثر ڈالا اور دور جاہلیت کے اعتقادات پر حملہ کر کے ان کو بے بنیاد

۱۔ سورہ توبہ، آیت ۶

۲۔ نوح البلاغہ، خطبہ ۱۷۳

۳۔ ایضاً، خطبہ ۱۸۷

ثابت کرنے میں اہم کردار نبھایا۔

نیچ البلاغہ میں قرآن کی تاثیر سے متعلق امام علیؑ کے بہت سے ارشادات درج ہیں جیسے کہ قرآن کی اہمیت اور اس کا اعلیٰ مقام (خطبہ ۱۰۸، ۱۳۱ اور ۱۵۶)، قرآن کا کمال (خطبہ ۱۸۱ اور حکمت ۳۱۳)، قرآنی علاج (خطبہ ۱۵۰)، قرآنی راہ حل (خطبہ ۱۹۶)، قرآن کی صحیح پیروی کرنے کے فوائد (خط نمبر ۵۳)، قرآن تاریخ کی سب سے بڑی سند (حکمت ۳۱۳)، قرآن کی تفسیر و تاویل کی ضرورت (خطبہ ۱۲۳ و خط نمبر ۷۷)، قرآن کا فلسفہ (حکمت ۱۰۸)، حاکم اسلامی کے کردار پر قرآن کا اثر (خط نمبر ۶۹)، دین کے کمال میں قرآن کا کردار (خطبہ ۱۸۱)، قرآن کی خصوصیات (خطبہ ۱، ۱۰۸، ۱۳۱، ۱۵۰، ۱۵۳، ۱۵۶، ۱۶۵، ۱۶۷، ۱۷۳، ۱۸۱) اور یہ کہ سب کچھ قرآن میں ہے (خطبہ ۱۸۱)۔

اور آخر میں مولائے کائنات قرآن کے فضائل کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

وَتَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ أَحْسَنُ الْحَدِيثِ وَتَفَقَّهُوا فِيهِ فَإِنَّهُ رَبِيعُ الْقُلُوبِ وَاسْتَشْفُوا
بُنُورِهِ فَإِنَّهُ شِفَاءُ الصُّدُورِ وَأَحْسِنُوا تِلَاوَتَهُ فَإِنَّهُ أَحْسَنُ الْقَصَصِ۔ ترجمہ: قرآن مجید کا علم
حاصل کرو کہ یہ بہترین کلام ہے اور اس میں غور و فکر کرو کہ یہ دلوں کی بہار ہے۔ اس کے
نور سے شفا حاصل کرو کہ یہ دلوں کے لئے شفا ہے اور اس کی باقاعدہ تلاوت کرو کہ اس کے
واقعات سب واقعات سے زیادہ فائدہ رساں ہیں۔^۲

منابع و مأخذ:

- ❖ نیچ البلاغہ، ترجمہ محمد دشتی، الہادی، قم، ۱۳۸۰ ش
- ❖ ابن خلدون، عبدالرحمن بن محمد، مقدمہ، تحقیق خلیل شحادہ، دار الفکر، بیروت، ۲۰۰۸ ق
- ❖ احمد امین، ضحیٰ الاسلام، دار الکتاب العربی، بیروت
- ❖ بلاذری، انساب الاشراف، تحقیق محمد الفردوس العظم، دار الیقظة العربیہ، دمشق، ۱۹۹۷ م
- ❖ جعفریان، رسول، سیرہ رسول خدا، سازمان چاپ و انتشارات، تہران، ۱۳۷۳ ش

۱۔ سیرہ رسول خدا، ص ۲۱۸، ۲۱۷

۲۔ نیچ البلاغہ، خطبہ ۱۰۸

- ❖ حویزی، عبدعلی بن جمعه عروسی، تفسیر نور الثقلین، تصحیح هاشم رسولی محلاتی، قم
- ❖ دانش نامه امام علی زین العابدین نظر علی اکبر رشاد، به اهتمام پژوهشگاه فرهنگ و اندیشه اسلامی، مؤسسه فرهنگی دانش و اندیشه معاصر، ۱۳۸۰ ش
- ❖ شهرستانی، محمد بن عبدالکریم، الملل والنحل، تحقیق محمد سید کیلانی، ۱۳۷۸ ق
- ❖ شیخ مفید، محمد بن محمد بن نعمان، تصحیح اعتقادات الامامیه، تحقیق حسین درگاهی، قم، الموتر العالمی لالقیه الشیخ المفید، ۱۳۱۳ ق
- ❖ طباطبائی، سید محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن، مؤسسه اسماعیلیان، قم، ۱۳۷۲ ش
- ❖ قرائتی، محسن، سیره پیامبر اکرم با نگاهی به قرآن کریم، مرکز فرهنگی درسهایی از قرآن، تهران، ۱۳۸۵ ش
- ❖ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، تحقیق عبدالزهر، العوی، دارالرضا، بیروت
- ❖ مطهری، مرتضی، ختم نبوت، صدرا، قم، ۱۳۸۵ ش
- ❖ مطهری، مرتضی سیری در سیره نبوی، صدرا، تهران، ۱۳۶۶ ش
- ❖ یادنامه «تکره هزاره نوح البلاغه، بنیاد نوح البلاغه، تهران، ۱۳۶۰ ش